فیصلے کی پابندی کرے گا اور اگر غلط فیصلہ کیا گیا تو اللہ کے ہاں غلط فیصلہ کرنے والے ہی جواب دہ ہوں گے۔ اس کا ایک نظام وضع کیا گیا جس پر پوری یک سوئی کے ساتھ ہر سال عمل کیا جاتا ہے۔

اس کا طریق کار یہ رکھا گیا کہ پورے بنگلہ دیش کے کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں جمعیت سے وابستہ کارکنوں کی ان کے آخری سال یا امتحان سے چند (تین یا چھے) ماہ قبل فہرستیں بنائی جائیں اور ان کو مرکز میں رہنماؤں کے مقررہ پینل کے پاس بھیج دیا جائے اور وہ مختلف مواقع پر باری باری انٹرویو کر کے فیصلہ کرے کہ ان طلبہ کو تعلیمی نتیجے، صلاحیت، رجحان اور تقریری اور تحریری صلاحیتوں کے اعتبار سے سرکاری یا نجی شعبوں میں سے کس میدان میں بھیجا جائے۔ مثال کے طور پر اگر کسی میں قائدانہ صلاحیتیں ہیں تو اس کو اس کے آبائی علاقے یا شہر کی جماعت کے حوالے کیا جائے اور اس کی اسی لحاظ سے تعمیر و ترقی کا عمل شروع کیا جائے۔ اس کا بھی ایک طریقہ طے کیا گیا کہ اس کے علاقے یا شہر کی جماعت کے ذمہ داروں کو اس کی اطلاع کی جائے اور جب وہ منتخب طالب علم فراغت کے بعد واپس جائے تو اس کا استقبال کیا جائے، مسجد جائے تو امامت کے لیے آگے کیا جائے، عید کی نماز کی امامت اسی سے کرائی جائے اور اگر مقامی سطح پر کوئی تنازع یا دو گروہوں میں جھگڑا ہو جائے تو کہا جائے کہ اس نئے تعلیم یافتہ یا گریجوایٹ سے فیصلہ کرایا جائے، الغرض ہر ایسا کام کرایا جائے، جس سے اس کی شخصیت محلے اور علاقے میں ایک دانا لیڈر کے طور پر اُبھر کر سامنے آئے اور پھر اس کی ممکنہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے تشہیر بھی کی جائے۔ اسی طرح اگر کوئی طالب علم بہت ذہین اور اچھے نمبروں سے کامیاب ہوا ہے تو اس کے رجحان کے مطابق اسے اعلیٰ سروسز یا پیشہ ورانہ شعبے کے مقابلے کے امتحان کے لیے منتخب کیا جائے یا شعبۂ تدریس کے لیے بھی اس کا انتخاب کیا جاسکتا ہے۔

- ایک اور فیصلے کے مطابق مختلف شعبوں کے لیے منتخب کیے گئے افراد کی کامیابی اور اس سلسلے کے امتحانات کی تیاری کے لیے باقاعدہ ادارے اور انسٹی ٹیوٹ قائم کیے گئے اور ان کو الگ سے رجسٹر بھی کرایا گیا جن کا عملی سطح پر جماعت اسلامی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم نے ان اداروں کا معائنہ بھی کیا۔ عجیب بات تھی کہ یہاں کی جماعت سے وابستہ افراد مالی لحاظ سے خستہ حالی کا شکار تھے اور وسائل کے لیے ترس رہے تھے۔ لیکن وہ نظریاتی طور پر نہایت مطمئن تھے اور ان کے

زیرانتظام قائم جماعت کے سارے ادارے کامیابی کے ساتھ چل رہے تھے۔

پروفیسر غلام اعظم صاحب کہہ رہے تھے کہ: ''ان فیصلوں اور ان پر کامیابی کے ساتھ عمل درآمد کا نتیجہ یہ ہے کہ جمعیت کے ۹۹ فی صد افراد اور کارکن نہ صرف تحریک اسلامی ہی میں شامل رہتے ہیں بلکہ اپنی پسند کے شعبوں میں جا کر اور اچھے عہدوں پر فائز ہو کر بھی اپنے کام کے ساتھ ساتھ تحریک اسلامی کا کام بھی زیادہ بہتر انداز میں انجام دیتے ہیں۔ رضاے الٰہی کا حصول ہمیشہ ان کی نگاہ میں رہتا ہے''۔

اس طریق کار پر عمل کے یہ ابتدائی سال تھے اور پروفیسر صاحب نے اس طرح مقابلے کے امتحانات اور دیگر شعبوں میں کامیاب ہونے والوں کے اعداد و شمار بتا کر ہم کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا اور میں ان نتائج اور جماعت کی خستہ مالی حالت کے باوجود سیاست سمیت ہر شعبے میں شان دار کامیابیاں دیکھ کر گہری سوچ میں پڑ گیا تھا کہ یہ وہی جماعت اسلامی ہے جو ابھی ۱۳ سال پہلے تک جماعت اسلامی پاکستان کا دوسرا بازو تھی۔

یہ ہے وہ مختصر رُوداد اس ڈیڑھ دو گھنٹے کی ملاقات کی، جو میں نے برادرم ڈاکٹر نثار زبیری کے ساتھ اب سے کوئی ۳۴ سال پہلے ڈھاکا میں جماعت اسلامی کے عظیم فکری رہنما پروفیسر غلام اعظم صاحب سے کی تھی۔

''قرطبہ سٹی'' (نزد چکری انٹرچینج) میں 2 عدد پلاٹ برائے فروخت

نہایت مناسب قیمت

1۔ پلاٹ نمبر 419، بلاک اے (500Sq/Yard)

2۔ پلاٹ نمبر 576، بلاک ایم (125Sq./Yard)

برائے رابطہ:

ڈاکٹر انوار الحق صدیقی

0304 500 40 45

0334 202 81 63

وطن عزیز کے نامور دانشور شاہنواز فاروقی کی نئی تصانیف

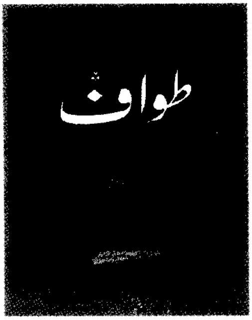

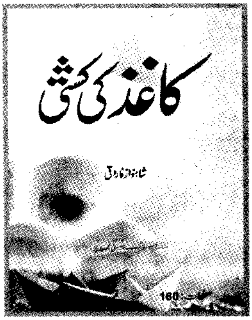

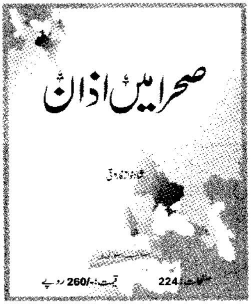

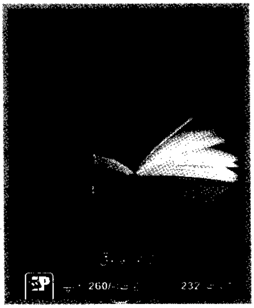

دس کتب کا سیٹ خریدنے پر
50% رعایت

اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ 54790
SMS ur Address: 0322-4673731
042-35252501-02
islamicpublication
@yahoo.com / islamicpak@gmail.com

شیخ احمد سرہندیؒ کے خلاف جہانگیری الزامات؟

پروفیسر ابصار عالمؒ

برصغیر اور پاکستان میں اسلامی تحریکات کی تاریخ کو سمجھنا اس کے بغیر ممکن نہیں کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ (شیخ احمد سرہندیؒ) کے کیے ہوئے کام اور ان کو پیش آنے والی کش مکش کا فہم حاصل کیا جائے۔ وہی جہانگیر جو بادشاہی سیاست کے تقاضوں اور مصاحبوں کی دخل اندازیوں سے ایک وقت میں حضرت مجدد سے عناد رکھتا ہے اور ان پر الزامات لگاتا اور انھیں حوالۂ زنداں کرتا ہے، بعد میں جب وہ غلط فہمیوں کے غبار سے نکل آتا ہے تو شیخ سرہندیؒ سے استفادہ بھی کرتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ دورِ اکبری کے پیدا کردہ احوال میں اصلاح کا آغاز ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ اورنگ زیب عالم گیر کا زمانہ آتا ہے اور وہ خلافِ اسلام تصورات، معمولات اور قوانین و شعائر کا قلع قمع کرکے اسلامی نظام کے عملی نفاذ کی کوشش کرتا ہے۔

حضرت مجددؒ کے کام کا مطالعہ کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ انھوں نے سیاسی دائرے میں احیاے اسلام کا ایک بالکل الگ طریقہ اختیار کیا۔ اہل قوت و اختیار درباریوں اور حاکموں میں سے اچھے لوگوں تک خط کتابت کے ذریعے دعوتِ حق پہنچائی اور اقامت دین کے فریضے میں حصّہ لینے کے لیے ان کو اُبھارا۔ رفض و بدعات اور ہندوانہ تہذیب کے غلبے کو ختم کرنے اور طریقِ نبوتؐ پر کاربند ہونے کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ کی تائید سے یہ کوشش کامیاب ہوئی۔

اس کوشش میں سبق یہ ہے کہ کبھی اقتدار کی اصلاح کے لیے دوسرے راستوں سے سامنے آکر مؤثر کام کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں اہل قوت و اختیار میں سے نسبتاً اچھے افراد کو رشد و ہدایت کی روشنی سے بہرہ مند کرنے کی راہیں نکالنی پڑتی ہیں۔ اس خاص طریقِ تحریک کا بہترین نمونہ حضرت مجددؒ اور آپ کے مریدوں کے کام میں ملتا ہے۔ (ادارہ)

---

o سابق پروفیسر، شعبہ تاریخ، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو

شہنشاہ جہانگیر اپنی خودنوشت تزکِ جہانگیری میں سنہ جلوس ۱۴ ماہ خورداد ۲۲ کو تحریر کرتا ہے کہ: ''انھی دنوں مجھ سے عرض کیا گیا کہ شیخ احمد نامی ایک جعل ساز [۱] نے سرہند میں مکروفریب کا جال بچھا کر بھولے بھالے لوگوں کو پھانس رکھا ہے۔ [اس شخص کے مقرر کردہ] یہ خلیفے، لوگوں کو فریب دینے اور معرفت کی دکان داری کرنے میں بہت پختہ ہیں۔ اُس نے اپنے مریدوں اور معتقدوں کے نام وقتاً فوقتاً جو واہیات خطوط لکھے ہیں انھیں مکتوبات کے نام سے ایک کتاب کی شکل میں جمع کیا ہے۔ اس دفترِ بے معنی میں اس نے بہت سی ایسی بے ہودہ باتیں تحریر کی ہیں جو کفر کی حد تک پہنچتی ہیں۔ ایک مکتوب میں اس نے لکھا ہے کہ مقاماتِ سلوک طے کرتے ہوئے وہ مقام ذی النورین میں پہنچا جو نہایت عالی شان اور پاکیزہ تھا۔ وہاں سے گزر کر مقامِ فاروق اور مقامِ فاروقؓ سے گزر کر مقامِ صدیقؓ میں پہنچا۔ پھر وہاں سے گزر کر مقامِ محبوبیت میں پہنچا جو نہایت منور و دل کش تھا۔ اس مقام میں اُس پر مختلف روشنیوں اور رنگوں کے پرتو پڑتے رہے۔ گویا استغفر اللہ بزعمِ خویش وہ خلفا کے مرتبے سے بھی بڑھ گیا اور ان سے عالی تر مقام پر فائز ہوا۔ [۲] اس نے اس طرح کی اور بھی بہت سی گستاخانہ باتیں (خلفا کی شان میں) لکھی ہیں جن کو تحریر کرنا طوالت اور خلفا کی شان میں بے ادبی کا باعث ہوگا۔ مذکورہ وجوہ کی بنا پر میں نے اُسے دربار میں طلب کیا تھا۔ حسب الطلب حاضر خدمت ہوا تو میں نے اس سے جتنے سوالات بھی کیے ان میں سے کسی ایک کا بھی کوئی معقول جواب نہیں دے سکا۔ 'بے عقل و کم فہم' ہونے کے علاوہ 'مغرور' و 'خود پسند' بھی نکلا۔ چنانچہ میں نے اس کے حالات کی اصلاح کے لیے یہی موزوں سمجھا کہ اسے کچھ دنوں کے لیے قید رکھا جائے، تاکہ اس کے مزاج کی شوریدگی اور اس کے دماغ کی آشفتگی جاتی رہے اور عوام میں جو شورش پھیلی ہوئی ہے وہ تھم جائے۔ چنانچہ اسے اَنی رائے سنگھ دلن کے حوالے

[۱] حضرت مجددؒ کے متعلق ہمیں ایسے الفاظ نقل کرتے ہوئے سخت اذیت محسوس ہو رہی ہے، مگر تاریخی تحقیق کے دوران میں مخالفانہ باتوں کو ان کی نوعیت اور بیانیے کے ساتھ سامنے رکھنا پڑتا ہے۔ (ادارہ)

[۲] 'مشاہدۂ مقامات' یا 'سیر مقامات' کے صوفیانہ تصوّرات کا خود ہمیں بھی فہم اور تجربہ نہیں ہے۔ مشاہدہ و سیر بصورتِ کشف کے یہ معنی نکالنا کہ کسی شخص نے وہ مقام پالیا، یا وہ اس کا مدعی ہے، اپیل نہیں کرتا۔ تاہم، اہلِ اقتدار کو برانگیختہ کرنے والے مصاحبین ان چیزوں سے مغالطہ انگیزی کا کام لیتے ہیں۔ (ادارہ)

کیا کہ اسے قلعہ گوالیار میں قید رکھے''۔[1]

شہنشاہ جہانگیر (۱۵۶۹ء تا ۱۶۲۷ء) کی یہ اپنی تحریر بہت واضح ہے جس میں کسی ابہام کی گنجایش نہیں۔ پہلی بات تو یہ کہی گئی کہ ''شیخ احمد نامی ایک جعل ساز نے سرہند میں مکروفریب کا جال بچھا کر بھولے بھالے لوگوں کو پھانس رکھا ہے۔ [حضرت مجدد کے مقرر کردہ خلفا] یہ خلیفے، لوگوں کو فریب دینے اور معرفت کی دکان داری کرنے میں بہت پختہ ہیں''۔

جہانگیر شیخ احمد سرہندیؒ کا تذکرہ اس سے قبل اپنی تزک میں کہیں نہیں کرتا۔ پہلی ہی بار جب آپ کا ذکر کرتا ہے تو 'جعل ساز' کہتا ہے اور مکروفریب کا جال بچھانے کا الزام عائد کرتا ہے جس میں بھولے بھالے پھنس گئے ہیں اور یہ کہ یہ خلیفے لوگوں کو فریب دینے اور معرفت کی دکان داری کرنے میں بہت پختہ ہیں۔

ان الزامات میں پہلے الزام، یعنی سرہند میں مکروفریب کا جال بچھا کر لوگوں کو پھانسنے کی حقیقت یہ ہے کہ تزک جہانگیری، اقبال نامہ جہانگیری اور منتخب اللباب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ سرہند اُس دور کا ایک اہم شہر تھا۔ اسے انتظامی، سیاسی اور تجارتی مرکزیت حاصل تھی۔ یہاں جہانگیر اور شاہ جہاں [۱۵۹۲ء-۱۶۶۶ء] نے متعدد بار قیام کیا اور یہاں سے گزرے اور جہانگیر تو سنہ جلوس ۱۴ ہی میں جمعرات ۱۲ دی ماہ کو، یعنی شیخ احمد سرہندی کو قلعہ گوالیار میں قید کا حکم دینے کے چھے ماہ بعد سرہند میں قیام کرتا ہے، اور سرہند میں باغات لگوانے اور عمارات سازی کے لیے خاص احکام بھی دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرہند کو اس دور میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔ (تزک جہانگیری، اُردو، ص ۵۸۵)

دوسرا الزام، یعنی ''ہر شہر وقریہ میں خلیفے مقرر کرنا جو لوگوں کو فریب دینے اور معرفت کی دکان داری چلانے میں پختہ ہیں''۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کی تحریک اتباعِ سنتِ نبویؐ تھی، جس کی ابتدا آپ نے ۱۶۰۳ء میں کی تھی۔ یہ تحریک ۱۶۱۹ء تک، یعنی جس سال آپ کو دربار میں طلب اور قلعہ گوالیار میں قید کیا گیا، بہت ہی وسیع، ہمہ گیر اور مقبول ہو چکی تھی اور اس کے اثرات ملک کے دُور دراز گوشوں تک پھیل گئے تھے اور آپ کے معتقدین ومتاثرین منظم طور پر

---

[1] تزک جہانگیری (اُردو)، سلیم واحد سلیم مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، لاہور، ص ۵۶۳-۵۶۴

احیاے اسلام کے لیے کام کررہے تھے۔ آپ کے مریدین ذہین، باصلاحیت، اہلِ علم، معاملہ فہم اور سوجھ بوجھ رکھنے والے افراد تھے، جن کی نگاہیں دوررس اور فکر صائب تھی۔ اس لیے ان کی باتوں میں اثر تھا۔ لوگ ان کے علم و عمل سے متاثر ہوتے تھے۔ پھر یہ لوگ محض قول ہی کے دھنی نہ تھے بلکہ جو کچھ کہتے تھے اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ ان کی زندگیاں کسی مفاد، تضاد اور خودغرضی پر مبنی نہ تھیں۔ یہ اخلاص و عمل کے پیکر تھے۔ اس لیے لوگ نہ صرف ان کی باتیں سنتے تھے بلکہ عمل بھی کرتے تھے اور ان کی آواز پر لبیک بھی کہتے تھے۔

شیخ احمد سرہندیؒ (حضرت مجدد الف ثانیؒ) سرہند ہی میں ۱۴ شوال ۹۷۱ھ (۲۶ جون ۱۵۶۴ء) میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں شہنشاہ اکبر (۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء) ہندستان پر حکمران تھا۔ اسی کے آخری عہد ۱۵۹۹ء میں، شیخ سرہندیؒ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مرید ہوتے ہیں اور اپنے پیرومرشد کے ۱۶۰۳ء میں انتقال کے بعد جہانگیر کی تخت نشینی سے دو سال قبل رُشد و ہدایت، یعنی تحریک احیاے اسلام کا باقاعدہ آغاز کرتے ہیں۔ آپ کے متعلق حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے کہا تھا کہ شیخ احمد 'کثیر العلم وقوی الارادہ' ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے جانشین ہوتے ہی آپ نے اتباعِ سنت نبویؐ، ترویجِ شریعت اور نفاذِ شریعت کا آغاز کیا۔

اس سلسلے میں ابتدا ہی میں شیخ احمد سرہندیؒ نے ایک رسالہ بہ عنوان اثباۃ النبوۃ[1] لکھا جس میں دلائل کے ذریعے نبوت کی غایت، اہمیت، افادیت اور ہمہ گیریت کو ثابت کیا۔ اور اکبر کے نصف صدی کے دورِ حکومت میں 'عقل، فلسفہ، مصلحت ملکی تجربہ' جو بطور معیار کے اختیار کرلیا گیا تھا اس کی خامیوں اور کمزوریوں کی نشان دہی کی۔ دوسرے الحاد و بے دینی کی سرپرستی و فروغ سے ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا تھا جو اکابر صحابہ کرامؓ کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار تھا۔ آپؒ نے فکر کی کجی کو دُور کرنے اور ذہن و فکر کی اصلاح کے لیے رسالہ ردِ روافض[2] تحریر کیا جس میں خلفاے راشدینؓ کی پاکیزگی اور عظمت کو قرآن و سنتِ رسولؐ، احادیث اور عقل کی روشنی میں پیش کیا۔ خلفاے راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے بارے میں جو گمراہ کن باتیں مشہور عام ہیں، ایسی غلط باتوں کی تردید کی۔

---

[1] شیخ احمد سرہندی، اثباۃ النبوۃ، ناشر: ادارہ مجددیہ، ناظم آباد، کراچی

[2] شیخ احمد سرہندی، ردِ روافض، رام پور، بھارت

اس کے علاوہ جہانگیر کے عہد کے اعلیٰ مناصب پر فائز متعدد امراے مملکت کو مکتوبات لکھے جن کی معرفت نہ صرف ان کے ذہن وفکر کی تطہیر کی، بلکہ غلط تصورات، عقائد اور باطل نظریات سے آگاہ کر کے انھیں ترویجِ شریعت اور نفاذ شریعت کی ترغیب دی۔ چنانچہ شہنشاہ جہانگیر کی تخت نشینی اور حکومت کے حصول میں شیخ فرید بخاری کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

شیخ فرید بخاری، حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مرید اور اس حیثیت سے شیخ احمد سرہندیؒ (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کے پیر بھائی اور اکبر کے آخری دور حکومت میں مملکت کے اہم عہدے دار تھے۔ شیخ احمد سرہندیؒ نے اس زمانے میں جب اکبر کا آخری دورِ حکومت تھا اور اس کے بعد جانشینی کا مسئلہ درپیش تھا اور حکومت کے دعوے دار بھی موجود اور کوشاں تھے، تو آپ نے شیخ فرید بخاری کے نام یکے بعد دیگرے ۱۲ خطوط مسلسل لکھے ہیں جو مکتوبات امام ربانی کی جلد اوّل میں ۴۳ تا ۵۴ مسلسل ہیں، اور شیخ فرید بخاری جہانگیر کو تخت نشین کرانے میں اہم ترین کردار ادا کرتے ہیں۔ جہانگیر ان کی اس خدمت کو تسلیم کرتے ہوئے انھیں انعامات واکرامات کے علاوہ 'صاحب السیف والقلم' کا خطاب دیتا ہے۔ (تزک جہانگیری، ص ۴۵)

جہانگیر کے مقابلے میں خسرو (اکبر کا پوتا اور جہانگیر کا بیٹا) جب دوبارہ سر اُٹھاتا ہے تو شیخ فرید بخاری ہی تندی وتیزی سے خسرو کا تعاقب کرتے ہیں اور دوبارہ شکست دے کر اس کو ناکام کرتے ہیں اور جب جہانگیر کو اس کامیابی سے مطلع کرتے ہیں، تو جہانگیر بہت خوش ہوتا ہے اور قاصد کو 'خوش خبر' کا خطاب دیتا ہے اور انھیں 'مرتضیٰ خاں' کا خطاب اور دیرو وال کا علاقہ بطور جاگیر دیتا ہے۔ (تزک جہانگیری، ص ۹۵)

شیخ فرید کے علاوہ جہانگیر کے عہد کے متعدد امراے مملکت، مثلاً عبدالرحیم خان خاناں، مرزا حسام الدین، خاں جہاں خاں، جباری، مرزا فتح اللہ، حکیم مرزا دواب، قلیچ خاں، بہادر خاں صدر جہاں، خواجہ جہاں، لالہ بیگ، خان اعظم وغیرہ امراے مملکت کو بھی خطوط لکھے ہیں، جن کی تعداد کم وبیش ایک سو (۱۰۰) ہوتی ہے۔ یہ تمام خطوط جلد اول ہی میں موجود ہیں۔ ان تمام مکتوبات کا ایک ہی مرکزی موضوع تھا کہ ''وہ اپنے عہدے ومنصب سے فائدہ اُٹھا کر شریعت کو نافذ کریں''۔ اس لیے جہانگیر کا یہ الزام کہ شیخ احمد ایک 'جعل ساز' ہے جس نے مکروفریب کا جال بچھا رکھا ہے، اور

یہ خلیفے لوگ فریب دینے اور معرفت کی دکان داری کرنے میں بہت پختہ ہیں، سراسر ایک لغو الزام واتہام ہے جس کی کوئی تاریخی حقیقت اور صداقت نہیں ہے اور خود جہانگیر نے بھی اپنے اس دعوے یا الزام میں کوئی واقعہ تحریر نہیں کیا ہے اور نہ کوئی ثبوت ہی پیش کیا ہے۔

دوسرے یہ لکھنا کہ ''اس نے اپنے مریدوں اور معتقدوں کے نام وقتاً فوقتاً جو واہیات خطوط لکھے ہیں انھیں مکتوبات کے نام سے ایک کتاب کی شکل میں جمع کیا ہے وغیرہ وغیرہ''۔ جہانگیر کا یہ اشارہ شیخ احمد سرہندی کے مکتوبات کے اس مجموعے کی طرف ہے جو ۱۶۱۶ء بہ مطابق ۱۰۲۵ھ (دربار میں طلبی اور قلعہ گوالیار میں قید سے تین سال قبل) ایک کتابی شکل میں شائع ہوا تھا۔ اس مجموعے میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں اور یہ تعداد اصحاب بدر کی رعایت پر ہے۔ اصحابِ بدر کو تاریخ اسلام میں ایک بہت ہی بنیادی ومرکزی اہمیت حاصل ہے۔ انھی اصحاب نے رمضان المبارک ۲ھ میں بمطابق ۶۲۴ء میں قلیل تعداد اور ساز وسامان اور اسلحے کی کمی کے باوجود، لشکر کفار جو تعداد، ساز وسامان اور اسلحے کی فراوانی میں فوقیت رکھتا تھا، اس پر نہ صرف کاری ضرب لگائی بلکہ انھیں شکست فاش دے کر مسلمانوں کے حوصلے اور عزم کو بلند کر دیا اور اہل کفر کے نخوت وپندار کو پاش پاش کر دیا۔ یہ اہلِ اسلام اور اہل کفر کے درمیان پہلی مسلح جنگ تھی جن میں اہل اسلام کو اللہ کی تائید ونصرت سے کامرانی حاصل ہوئی اور اہل کفر کو شکست وہزیمت سے دوچار ہونا پڑا۔

اس کتاب کا تاریخی نام دُرّ المعرفت ہے۔ یہ تمام مکتوبات بلاشک مریدین ومعتقدین ہی کو لکھے گئے جن کا مرکزی موضوع توحید، رسالت، کفروشرک، شریعت کی اہمیت وعظمت، ترویجِ شریعت اور اتباعِ سنتِ نبویؐ کی ضرورت ہے، جو آج بھی دیکھے اور پڑھے جاسکتے ہیں، جو بظاہر ایک فرد کے نام تحریر کیے گئے ہیں اور جدید اصطلاح میں رسالہ یا پمفلٹ سے تعبیر کیے جاسکتے ہیں۔ یہ مکتوبات جن موضوعات یا مسائل پر لکھے گئے ہیں ان کا تعلق ہر دور میں ہر مسلمان سے ہے۔ یہ خطوط چوں کہ عام افادیت اور عمومی دل چسپی کے تھے اور کسی وقتی یا ہنگامی مسائل سے متعلق نہ تھے، بلکہ ان کی مستقل اہمیت تھی جن میں اسلام کے بنیادی مسائل توحید، رسالت، آخرت اور اسلامی تعلیمات کی توضیح وتشریح اور اسلامی تاریخ کے بعض واقعات کی تعبیر وتشریح اور مختلف معاملات کے متعلق اسلام کی حدود وغیرہ پر بحث تھی۔ آپ کے حلقۂ ارادت واثر میں روز بروز اضافہ ہونے کی وجہ سے ان کی مانگ

میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس لیے عمومی مفاد کے پیشِ نظر شائع کرائے تا کہ یہ خطوط یک جا مل سکیں اور لوگ ان سے استفادہ کر سکیں۔ جہاں تک ان خطوط کے مجموعے کو 'دفترِ بے معنیٰ' کہنے کا تعلق ہے تو 'ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟' ایسے اہم مسائل اور مباحث پر مشتمل مجموعے کو 'دفترِ بے معنیٰ' وہی شخص کہہ سکتا ہے جو بصارت و بصیرت سے عاری ہو یا غیظ و غضب نے اس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیے ہوں اور عقل و فہم کے دروازے بند کر دیے ہوں۔

یہ خطوط آج بھی ملتے ہیں اور قبولیت عام کا یہ عالم ہے کہ متعدد بار فارسی اور اردو میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے مطالعے سے حقیقت شناس اور تاریخ کا غیر جانب دار طالب علم بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ جہانگیر کے الزام و اتہام کی کیا نوعیت اور حقیقت ہے؟ اور اس میں کہاں تک صداقت ہے؟ اور یہ خطوط بقول جہانگیر کے 'واہیات' اور 'دفترِ بے معنیٰ' ہیں؟ یا واقعی دُرّ المعرفت؟

جہانگیر اپنے عائد کردہ الزام و اتہام کے لیے بطور ثبوت حضرت مجدد کے ایک خط کی عبارت پر یوں اعتراض اُٹھاتا ہے کہ:

> مقاماتِ سلوک طے کرتے ہوئے وہ (یعنی حضرت مجدد) مقام ذی النورین میں پہنچا جو نہایت عالی شان اور پاکیزہ تھا۔ وہاں سے گزر کر مقامِ فاروقؓ سے گزر کر مقامِ صدیقؓ میں پہنچا۔ پھر وہاں سے گزر کر مقامِ محبوبیت میں پہنچا جو نہایت منور اور دلکش تھا۔ اس مقام میں اس پر مختلف روشنیوں اور رنگوں کے پرتو پڑتے رہے۔ گویا استغفراللہ بزعمِ خویش وہ خلفا کے مرتبے سے بھی بڑھ گیا اور ان سے عالی تر مقام پر فائز ہوا۔ اس نے اس طرح کی اور بھی بہت سی گستاخانہ باتیں (خلفا کی شان میں) لکھی ہیں، جن کو تحریر کرنا طوالت اور خلفا کی شان میں بے ادبی کا باعث ہوگا۔

یہ اقتباس مذکورہ الزام کا ثبوت تو درکنار خود ایک الزام و اتہام کی نوعیت رکھتا ہے اور یہ الزام کہ شیخ احمد سرہندی نے خلفا کی شان میں گستاخانہ باتیں لکھی ہیں اور اپنے آپ کو خلفا سے افضل بتایا ہے اور ان سے عالی مقام پر فائز ہوا، یہ مزید ایک الزام ہوا۔

قبل اس کے کہ اس الزام پر کلام کیا جائے یہ مناسب ہوگا کہ 'اس عبارت' کے سلسلے میں چند نہایت اہم اور قابلِ غور پہلو پیشِ نظر رکھے جائیں۔

جہانگیر نے اپنی تزک میں جس 'عبارت' کا اقتباس پیش کیا ہے، یہ شیخ احمد سرہندی کے مکتوب یازدہم (۱۱) کی عبارت ہے۔ یہ خط شیخ احمد سرہندی نے اپنے پیرومرشد خواجہ باقی باللہ کو تحریر کیا تھا اور خواجہ باقی باللہ سے شیخ احمد سرہندی ۱۵۹۹ء میں بیعت ہو گئے تھے اور خواجہ صاحب کا انتقال ۱۶۰۳ء (۱۰۱۲ھ) میں ہوا، یعنی آپ کے مرید ہونے کے بعد چار سال تک وہ بقیدِ حیات رہے۔

اس اثنا میں متعدد مرتبہ شیخ احمد سرہندی خواجہ صاحب کے پاس بہ نفس نفیس رُشد و ہدایت و تربیت کے سلسلے میں دہلی میں مقیم رہے اور جب سرہند میں رہتے تھے تو خط کے ذریعے ہدایت و رہنمائی حاصل کرتے۔ اس طرح چار سال کے عرصے میں شیخ احمد سرہندی نے خواجہ صاحب کو کُل ۲۰ خطوط لکھے ہیں جو سب کے سب ایک ہی ترتیب میں جلد اول میں نمبر ۱ تا ۲۰ محفوظ ہیں۔ ان میں جس خط کی عبارت کو تزک جہانگیری میں جہانگیر نے نقل کیا ہے وہ ترتیب میں گیارھویں خط کی عبارت ہے۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ نے یہ خط ۱۵۹۹ء اور ۱۶۰۳ء کے درمیان لکھا ہے اور چار سال کے اثنا میں آپؒ نے کل ۲۰ خطوط خواجہ باقی باللہؒ کو لکھے ہیں، یعنی اوسطاً سال میں پانچ خط۔ اس لیے یہ گیارھواں خط ۱۶۰۱ء کے آخر میں یا ۱۶۰۲ء کے ابتدا میں تحریر کیا ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہو تو بھی یہ خط بہرحال جہانگیر کی تخت نشینی سے تین یا چار سال پہلے لکھا گیا ہے۔ کیوں کہ جہانگیر ۱۶۰۵ء میں تخت نشین ہوتا ہے۔ اس لیے اگر واقعی اس خط کی عبارت قابل گرفت تھی تو اس زمانے میں تحریر کی گئی تھی جب جہانگیر حکمران نہیں ہوا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس خط سے عوام میں فی الواقع کوئی شورش پھیلی ہوئی تھی جیسا کہ جہانگیر نے لکھا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو جہانگیر کے پیش رو والیِ حکومت کے لیے بہترین موقع تھا کہ وہ اس کا نوٹس لیتا۔ یہ مغل بادشاہ اکبر [۱۵۴۲ء-۱۶۰۵ء] کا دور تھا۔ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ تخت نشینی سے پہلے جہانگیر کو کوئی اختیار نہیں تھا، البتہ جہانگیر اس کو قابلِ اعتراض و گرفت سمجھتا تھا۔ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جہانگیر نے تخت نشینی کے فوراً بعد اس کا نوٹس کیوں نہ لیا، جب کہ بقول جہانگیر اس خط کے مندرجات سے لوگوں میں ہیجان، بے چینی اور شورش پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن اس وقت ایسا نہیں کیا گیا بلکہ تخت نشینی کے ۱۴ سال بعد تک جہانگیر خاموش رہا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جہانگیر کے نزدیک ۱۴ سال تک یہ خط نہ قابلِ مواخذہ تھا اور نہ اس پر کبھی توجہ گئی۔

جہانگیر اپنے سنہِ جلوس ۱۴، یعنی ۱۶۱۹ء میں اور متذکرہ خط لکھنے کے ۱۸ یا ۱۹ سال کے بعد شیخ احمد سرہندیؒ کو دربار میں طلب کرتا ہے تو اس طویل خاموشی اور تاخیر سے متعدد سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں کہ اگر واقعی یہ عبارت خطرناک، گمراہ کن اور خلفا کی شان میں گستاخی پر محمول تھی اور اس سے عوام میں ہیجان اور شورش پھیلی ہوئی تھی، تو اتنے طویل عرصے تک جہانگیر کی خاموشی سمجھ میں نہیں آتی ؟ پھر یکایک جہانگیر کا ۱۸ یا ۱۹ سال کی پرانی تحریر پر حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو دربار میں طلب کرنا اور قلعہ گوالیار میں قید کرنا کسی اور گمان کو تقویت پہنچاتا ہے۔

جہانگیر کے اقتباس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ شیخ احمد سرہندیؒ نے یہ تحریر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو اس وقت لکھی تھی جب وہ بقیدِ حیات تھے اور آپ زیرِ تربیت تھے۔ آپ پر جو کیفیت یا احوال گزرے تھے اس سے اپنے پیرومرشد کو باخبر کرتے تھے تاکہ ان مسائل میں آپ کو صحیح رہنمائی وہدایت مل سکے۔ یہ تھا اصل عبارت کا پس منظر۔ جب یہ خط لکھا گیا تھا تو اس وقت اس عبارت کو اس قسم کے غلط معنی نہیں پہنائے گئے۔ بعد میں جب خط کی عبارت پر اعتراضات کیے گئے اور شکوک وشبہات کو ہوا دی گئی اور مخالفین ومعاندین نے عوام میں غلط فہمی پیدا کرنے کے لیے رقیبانہ اور معاندانہ رویہ اختیار کیا، تو عوام اور خواص کی غلط فہمی کو دُور کرنے اور حقیقت حال سے روشناس کرنے کے لیے شیخ احمد سرہندیؒ اپنے ایک خط میں تحریر کرتے ہیں کہ ”یہ بات اور دوسری باتیں جو اس عرض داشت میں واقع ہوئی ہیں، ان واقعات میں سے ہیں جو اپنے پیرومرشد کی طرف لکھے گئے ہیں اور اس گروہ میں یہ بات ثابت ومقرر ہے کہ جو کچھ ظاہر ہوتا رہے، خواہ صحیح ہو یا غلط، بے تحاشا اپنے پیرومرشد کی طرف ظاہر کرتے رہیں“۔ [۱]

شیخ احمد سرہندیؒ کی یہ تحریر نہایت وضاحت سے اصل صورتِ حال کو پیش کر رہی ہے۔ جہانگیر نے جس خط کی عبارت کا تذکرہ کیا ہے، وہ خط کسی دعویٰ یا فخر ومباہات کے طور پر نہیں لکھا گیا بلکہ اس اثنا میں، جب کہ آپ کے پیرومرشد بقیدِ حیات تھے اور آپ سرہند میں مقیم تھے اور برابر ان کی رہنمائی وہدایت طلب کر رہے تھے۔ آپ نے متذکرہ خط اپنی اس کیفیت اور حال سے مطلع کرنے کے لیے لکھا تھا تاکہ ہر حال میں آپ کو صحیح رہنمائی حاصل ہو سکے۔

---

[۱] مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب ۱۹۲، ص ۴۲۱، مزید وضاحت کے لیے دیکھیے: مکتوب ۲۰۲، جلد اوّل